الجواب حامداً ومصلیاً

اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے مسئلے میں علماء اور اہلِ فتویٰ حضرات کا اختلاف ہے، ہندوستان و پاکستان کے اکثر علماء کرام نے اسے ناجائز قرار دیا ہے، جب کہ ہندوستان اور عرب ممالک کے کئی علماء نے اس کی مشروط اجازت دی ہے، شرائط کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔ انسانی اعضاء کی غیر مشروط اجازت کسی نے نہیں دی ہے، چنانچہ رسالہ ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری'' کے صفحہ نمبر ۳۷، ۳۸ پر مفصل بحث کرتے ہوئے حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

''انسان کے اعضاء و اجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں، جن میں وہ مالکانہ تصرفات کر سکے، اسی لئے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء و جوارح کو نہ بیچ سکتا ہے، نہ کسی کو ہدیہ اور ھبہ کے طور پر دے سکتا ہے اور نہ ان چیزوں کو اپنے اختیار سے ہلاک وضائع کر سکتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے اصول میں تو خودکشی کرنا اور اپنی جان یا اعضاء کو رضا کارانہ طور پر یا بقیمت کسی کو دینا قطعی حرام ہی ہے جس پر قرآن وسنت کی نصوصِ صریحہ موجود ہیں، تقریباً دنیا کے ہر مذہب وملت اور عام حکومتوں کے قوانین میں بھی اس کی گنجائش نہیں، اس لئے کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر دوسرے انسان میں لگا دینا اس کی رضا مندی سے بھی جائز نہیں۔ شریعتِ اسلام نے صرف زندہ انسان کے کارآمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بیکار اعضاء و اجزاء کا استعمال بھی ناجائز کہا ہے اور اس معاملہ میں کسی کی اجازت اور رضا مندی سے بھی اس کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی اور اس میں مسلم وکافر سب کا حکم ایک ہی ہے، کیونکہ یہ انسانیت کا حق ہے جو سب میں برابر ہے، تکریمِ انسانی کو شریعتِ اسلام نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کسی وقت کسی حال میں کسی کو انسان کے اعضاء حاصل کرنے کی طمع دامن گیر نہ ہو، اور اس طرح یہ مخدومِ کائنات اور اس کے اعضاء عام استعمال کی چیزوں سے بالاتر رہیں جن کو کاٹ چھانٹ کر یا کوٹ پیس کر غذاؤں اور دواؤں اور دوسرے مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پر ائمہ اربعہ اور پوری امت کے فقہاء متفق ہیں اور نہ صرف شریعتِ اسلام بلکہ شرائع سابقہ اور تقریباً ہر مذہب وملت میں یہی قانون ہے۔''

اس کے بعد فقہی عبارات مذکور ہیں، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ''انسانی اعضاء کی پیوند کاری) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

مذکورہ بالا موقف پاکستان اور ہندوستان کے اکابر علماء کرام کا ہے، جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا شیخ الحدیث سحبان محمود صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب قدس سرہ (دیکھئے فتاوی محمودیہ، ج:۵، ص ۱۷)

حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی صاحب قدس سرہ مفتی دار العلوم دیوبند (دیکھئے نظام الفتاوی ج:۱، ص ۴۱۹ تا ۴۲۲)

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب (دیکھئے جدید میڈیکل مسائل فقہ اسلامی کی روشنی میں، ص:۳۸ تا ۵۹)

ہندوستان اور عرب ممالک کے بعض علماء کرام نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی مشروط اجازت دی ہے، چنانچہ اس کے متعلق ''اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ'' کا بتاریخ ۱۸ تا ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۴۰۸ھ بمطابق ۶ تا ۱۱ فروری ۱۹۸۸ء کو جدہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں اس موضوع پر تقریباً ۹ (نو) حضرات کے مختلف فقہی وطبی تحقیقی مقالے پیش کئے گئے، ان مقالوں کا جائزہ لینے اور ان میں غور وفکر کرنے کے بعد اجلاس نے اعضاءِ انسانی کی پیوند کاری کی مشروط اجازت کے ساتھ درج ذیل قرارداد منظور کی۔

شرعی احکام:۔

(۱)۔ ایک ہی انسان کے جسم کے ایک حصے سے کسی عضو کو اسی کے جسم میں کسی دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس بات کا اطمینان حاصل کرلیا گیا ہو کہ اس آپریشن کا متوقع فائدہ اس نقصان سے زیادہ ہے جو اس آپریشن کے ذریعے پیدا ہوگا، نیز یہ شرط بھی ملحوظ ذہنی ضروری ہے کہ یہ عمل کسی مفقود عضو کو وجود میں لانے، یا اس کی اصل صورت کو بحال کرنے، یا اس کے مفقود وظیفے کو بحال کرنے، یا کسی عیب کی اصلاح، یا ایسی بدصورتی کے ازالے کے لئے کیا گیا ہو جو کسی شخص کے لئے جسمانی یا نفسیاتی اذیت کا موجب ہو۔

(۲)۔ ایک انسان کے جسم سے دوسرے انسان کے جسم میں ایسے عضو کی منتقلی جائز ہے جو خود بخود دوبارہ وجود میں آتا رہتا ہو، مثلاً خون اور کھال، لیکن اس میں اس شرط کی رعایت ضروری ہے کہ عطیہ دینے والا کامل الاھلیت (عاقل وبالغ) ہو اور دوسری شرعی شرائط کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو۔

(۳)۔ اس عضو کا کوئی حصہ جو جسم سے کسی بیماری کی وجہ سے نکالا گیا ہو، اس سے دوسرے شخص کے لئے استفادہ جائز ہے، مثلاً اگر کسی شخص کی آنکھ کسی بیماری کی وجہ سے نکالی گئی ہو تو اس کا قرنیہ کسی دوسرے شخص کے لئے لیا جاسکتا ہے،

(۴)۔ جس عضو پر پوری زندگی کا دارومدار ہو، اس کی منتقلی حرام ہے، مثلاً کسی زندہ انسان کے دل کو دوسرے انسان کی طرف منتقل کرنا۔

(۵)۔کسی زندہ انسان سے ایسے عضو کو منتقل کرنا حرام ہے جس کے الگ کرنے سے وہ اپنی زندگی میں اساسی وظیفے سے محروم ہوجائے۔خواہ زندگی کی سلامتی اس پر موقوف نہ ہو،مثلاً دونوں آنکھوں کے قرینے کی منتقلی،البتہ اگر منتقلی سے کسی اساسی وظیفے کا صرف ایک حصہ معطل ہوتا ہو تو یہ صورت محل نظر ہے،اور اس کے بارے میں فقرہ نمبر ۸ اطلاق پذیر ہوگا۔

(۶)۔کسی مردہ شخص کا ایسا عضو کسی زندہ انسان کی طرف منتقل کرنا جائز ہے،جس پر کسی زندہ انسان کی زندگی موقوف ہو،یا جس پر اس کے کسی اساسی وظیفے کی سلامتی کا دارومدار ہو،بشرطیکہ مرنے والے شخص نے موت سے پہلے یا اس کے ورثاء نے موت کے بعد منتقلی کی اجازت دے دی ہو،اور اگر متوفی شخص لاوارث ہے ،یا نا معلوم ہو تو مسلمانوں کے ولی الامر نے اجازت دے دی ہو۔

(۷)۔یہ امر ہر حال میں ملحوظ رہنا چاہیے کہ جن جن حالات میں عضو کی منتقلی پر اتفاق کیا گیا ہے وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ منتقلی کا عمل عضو کی خرید و فروخت کے ذریعے انجام نہ پائے،کیونکہ انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کسی حال میں جائز نہیں۔البتہ اگر عضو سے استفادہ کرنے والا عطیہ دینے کے احسان کے بدلے میں مکافات کے طور پر یا اس کے اکرام کے طور پر اپنی طرف سے کسی مال کی پیش کش کرے،جس کا مقصد مطلوبہ عضو کی تحصیل ہو تو یہ مسئلہ محل نظر ہے۔

(۸)۔منتقلی اعضاء کی جن صورتوں کا اوپر ذکر آیا ہے،ان کے سوا اس عمل کی جتنی مزید صورتیں ہیں وہ سب محل نظر ہیں اور ان کی بحث وتحقیق طبی حقائق اور شرعی احکام کی روشنی میں آئندہ اجلاس کا موضوع بنی چاہیے۔

رسالہ ''بحث ونظر'' شمارہ نمبر ۴ میں مولانا عبید اللہ الاسعدی استاذ جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ کا اعضاء کی پیوندکاری کے موضوع پر ایک علمی وتحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے،اس مقالہ میں اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے جائز ہونے کی شرائط کی جو تفصیل مذکور ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو! از ص ۵۲ تا ص ۵۵۔

ضروری پابندیاں:۔

لیکن پیوندکاری علی الاطلاق جائز قرار نہیں دی جاسکتی بلکہ اس کے لئے کچھ پابندیاں اور شرائط ہیں جن کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱)......پہلی شرط یہ ہے کہ معتبر اطباء اور بہتر ہے کہ مسلمان اور دین دار ہوں بشرطیکہ میسر ہوں بالاتفاق یا اکثریت کے ساتھ طے کریں کہ درپیش صورت حال میں دوسرا کوئی علاج ممکن نہیں،مہیا نہیں یا مفید نہیں ،جیسا کہ علاج ومعالجہ کے باب میں حرام شئے کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں عموماً تصریح کی گئی ہے اس کو بھی گوارہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہ طے کردیں کہ دوسرا علاج دیرپا و زیادہ مفید نہیں ہے۔

(۲)......دوسری قید یہ ہے کہ مسلمان کے بدن میں کسی مسلمان کا ہی عضو اور ایک مسلمان کا عضو و جزء بدن کسی مسلمان ہی کے بدن میں استعمال کیا جائے،یعنی حتی الامکان،اس لئے کہ انسان کا جس چیز کے ساتھ

مستقل اتصال وتعلق ہوتا ہے اس کا انسان پر اثر پڑتا ہے حتی کہ ان جانوروں کا جن کے درمیان آدمی رہتا ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

الفخر والغيلاء في اهل الخيل والابل والفدادين اهل الوبر و السكينة في اهل الغنم .

اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ کسی احمق عورت کا دودھ اپنے بچوں کو نہ پلواؤ اس لئے کہ دودھ اپنے اثرات پیدا کرتا ہے۔

مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اس سوال کے جواب میں کہ کسی غیر مسلم کا خون مسلمان کے بدن میں داخل کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا ہے:

''نفسِ جواز میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کافر یا فاسق فاجر کے خون میں جو اثراتِ خبیثہ ہیں ان کے منتقل ہونے اور اخلاق پر اثر انداز ہونے کا قوی خطرہ ہے اسی لئے صلحائے امت نے فاسق فاجر کا دودھ پلوانا پسند نہیں کیا۔ بناء علیہ کافر اور فاسق فاجر انسان کے خون سے تا بمقدور اجتناب بہتر ہے''۔

بہر حال کافر کا عضو تو مسلمان کو لگا دیا جائے ،مگر مسلمان کا عضو کافر کے بدن میں لگا کر اللہ کی نعمت کا کافرانہ استعمال نہ کیا جائے۔

(۳)......تیسری شرط یہ کہ موت سے دوچار ہونے والے انسان کا ہی عضو استعمال کیا جائے

(الف)۔پورے طور پر اس کی موت کا یقین واطمینان کرنے کے بعد، دوثقہ ومتقی ڈاکٹروں کی تصدیق کے ذریعہ۔

(ب)۔اور یہ کہ مرنے والا لاوارث ہو کہ اس کے متعلقین نہ ہوں جن کا اعتراض ہو۔

(ج)۔یا اگر ورثاء ہوں تو ان کی پوری طور پر اجازت ہو ان میں سے کسی کو اعتراض نہ ہو۔

(د)۔اجازت محض زبانی نہ ہو بلکہ تحریری ہو، اگر خود مرنے والے کی وصیت ہو اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں ورثاء تیار ہوں تو ان کی طرف سے تحریری اجازت ہو، مرنے والا لاوارث ہو تو باقاعدہ حاکم کی منظوری ہو۔

(ہ)۔یا مرنے والے ایسے ہوں کہ ان کو کسی جرم کی وجہ سے موت کی سزا دی گئی ہو۔

(۴)......پیوندکاری کے لئے کسی زندہ جسم سے اس وقت مدد لی جائے جب کہ کسی مردہ جسم سے مطلوبہ عضو مقررہ شرطوں کے ساتھ نہ حاصل کیا جا سکے اور ان قیدوں کے ساتھ:۔

(الف)۔زندہ جسم سے وہ عضو لیا جائے جس کے متعلق معتبر ڈاکٹروں نے یہ طے کر دیا ہو کہ اس کا جسم کے اندر باقی رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

(ب)۔ایسا کوئی عضو نہ ہو کہ جو زندگی کے لئے بنیادی اہمیت رکھتا ہو اور اس کی وجہ سے خود ایثار کرنے والا خطرہ سے دوچار ہو جائے ،اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عضو اعضاءِ رئیسہ میں سے نہ ہو، مثلاً پیر، اسی طرح دل وغیرہ۔

بلکہ یہ گنجائش دو گردوں میں سے ایک کے لئے ہوگی بشرطیکہ ایک جو بدن میں باقی ہے وہ اس کی

دار الافتاء

زندگی کے لئے مطلوب پورا کام کرتا ہے۔

(ج)۔عضو کی اس منتقلی سے عضو دینے والے کے بدن میں کوغیر معمولی بدنمائی پیدا نہ ہو یعنی جو کہ مثلہ کے تحت آتی ہو اور تشویہ خلق کے۔خواہ وہ مردہ کیوں نہ ہو۔

(۵)......عضو کی تبدیلی اور حاصل کرنا محض رضا کارانہ ہو،عضو کے دینے پر کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے اور نہ ہی کوئی مادی فائدہ پیش نظر ہو۔

(۶)......بہتر ہے کہ کوئی ثقہ مسلمان ڈاکٹر متعلقہ عضو کو جسم سے الگ کرے اور اس نیت کے ساتھ کہ اس سے ایک ضرورت مند کو فائدہ پہونچایا جائے گا(اور یوں باہمی تعاون وتناصر کے بابت شریعت کی ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔)

(۷)......یہ بھی ضروری ہے کہ کسی مردہ جسم سے مطلوبہ عضو کو تدفین سے پہلے پہلے نکال لیا جائے تدفین کے بعد پھر قبر کھود کر ایسے کسی عمل کا جواز نہ ہوگا۔اس لئے کہ تدفین کے بعد غسل ونماز وغیرہ کے لئے بھی قبر کو کھودنے اور مردہ کو باہر نکالنے کی اجازت نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے مسئلہ میں علماء کرام اور اہلِ فتوی حضرات کا اختلاف ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے اکثر علماء کرام نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے،جبکہ ہندوستان اور عرب ممالک کے کئی علماء کرام نے اس کی مشروط اجازت دی ہے۔لہٰذا جس شخص کو اس مسئلہ میں ابتلاء ہو،اس کا ان میں سے جن علماء کرام پر اعتماد ہو اور وہ ان کے قول پر عمل کرلے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،پھر جواز والے قول پر عمل کرنے کی صورت میں احتیاطاً استغفار اور کچھ صدقہ وخیرات بھی کرے،جیسا کہ تبویب دارالافتاء(۱۰۶/۸۸) میں مذکور ہے۔واللہ تعالی اعلم

عصمت اللہ عصمہ اللہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶/۱/۱۹ھ

رسالہ"اعضاء انسانی کی پیوند کاری" کی تالیف کے بعد بعض اہل علم کی جو تحریریں نظر سے گذریں ان کے بعد احقر کو اس مسئلے میں تردد ہوگیا جس کی وجہ سے احقر اس مسئلے میں متوقف ہے۔تاہم مذکورہ بالا جواب احقر کی رائے میں مناسب ہے۔

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

نقل مطابق اصل ہے۔

۱۴۳۳/۴/۱۹ھ

بقیہ تصدیقات پشت پر ہیں

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۲۷-۱-۱۴۱۹ھ

(مہر: نائب مفتی معہد دار العلوم کراچی)

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۷-۱-۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح
محمد عبد المنان عفی عنہ
۲۷/۱/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح
[illegible]

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی
۱۴
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح
محمد کمال الدین احمد الراشدی
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۲۸/۱/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح
[illegible] عفی عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۲۸-۱-۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح
احقر مسیح اللہ عفی عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی
۲۸-۱-۱۴۱۹ھ

(مہر: دار الافتاء — فتویٰ نمبر ۸۲ / ۳۱۱ — جامعہ دار العلوم کراچی)
۲۸/۱/۱۴۱۹ھ
[illegible]

(مہر: دار الافتاء — نقل مطابق اصل — جامعہ دار العلوم کراچی)
[illegible]
۱۹/۳/۱۴۳۳ھ